© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

تدوین حدیث کا ماحول

(۳)

از حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات
(جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

جو نہیں جانتے ہیں وہ شاید باور کر لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جن اقوال و افعال کو یا تقریرات کو منسوب کیا گیا ہے ان کی تعداد لاکھوں لاکھ تک پہنچتی ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے[1]، میں بتا چکا ہوں الحاکم صاحب مستدرک کی یہ شہادت پیش کر چکا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کی معیاری حدیثوں کی تعداد

---

[1] ابن جوزی سے بڑھ کر شاید اس باب میں خود خیال کیجئے کس کا بیان قابل اعتماد ہو سکتا ہے انھوں نے اپنی کتاب صید الخاطر فصل ۱۰۵ میں حدیثوں کے متعلق اسی عددی مغالطہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہ لو جمع الصحیح والمحال الموضوع وکل منقول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بلغ خمسین الفا (یعنی صحیح حدیثوں کے ساتھ ان ساری کی ساری بے بنیاد جھوٹی اور گھڑی ہوئی جعلی حدیثوں کو بھی جمع کر لیا جائے جو کتابوں میں پائی جاتی ہیں تو ان کی تعداد بھی پچاس ہزار تک نہیں پہنچ سکتی ہیں) انھوں نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے سارے اسلامی ممالک کا دو دفعہ دورہ ان ہی حدیثوں کے جمع کرنے کے لئے کیا لیکن ان کی مسند میں بھی چالیس ہزار حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں دس ہزار مکرر ہیں مگر ابن [illegible] نے [illegible] کا یہ قول [illegible]
(باقی بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا یبلغ عددھا عشرۃ دس ہزار تک نہیں پہنچتی

الاف حدیث مدخل ص۵

اور قوی وضعیف، صحیح وحسن، معیاری، غیر معیاری حدیثوں کی تعداد مکررات کو الگ کر لینے کے بعد میرے خیال میں تیس پینتیس ہزار سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی۔ مگر ایک ایک حدیث کو مختلف راویوں سے سننے کا دستور، اور یہ کہ جتنے راویوں سے حدیث

(بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) اکرمکررات کو حذف کرنے کے بعد مسند احمد کی قوی وضعیف حدیثوں کی تعداد تیس ہزار تک مشکل تمام پہنچ سکتی ہے (دیکھو الکتانی ج ۲ ص۲) دراصل معنوی اور لفظی تکرار کے لحاظ سے شاید گننے میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے معناً یا مآلاً جن دو حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے ابن عساکر نے ان کو بھی مکررات میں شمار کر لیا ہے اور ابن جوزی نے ان ہی حدیثوں کو مکرر خیال کیا ہے جن کے الفاظ بھی ایک ہی ہیں اور ابن جوزی کا شمار تو خیر تشدد پسندوں میں ہے، لیکن ان کے مقابلے میں جلال الدین سیوطی جیسے سہولت پسند بزرگ نے جمع الجوامع کے نام سے حدیثوں کے جمع کرنے کا جو آخری کام کیا ہے اور اسی کتاب کی فقہی ترتیب مشہور ہندی محدث علی متقی نے کنز العمال میں کی ہے دیباچہ میں شیخ علی متقی نے لکھا ہے کہ اس کتاب (یعنی کنز العمال) کے پڑھنے والا کے سامنے نہ صرف جمع الجوامع ہی کی کل حدیثیں آ جائیں گی بلکہ ایک حصہ ان حدیثوں کا بھی ان کو ملے گا جو جمع الجوامع میں نہیں پائی جاتیں اب دیکھئے کنز العمال کی حدیثوں کے گننے والوں نے بتایا ہے کہ یہ کتاب ۴۶۶۲۹ حدیثوں پر مشتمل ہے میں کہتا ہوں کہ کنز العمال کا مطالعہ جن لوگوں نے کیا ہے ان کو اندازہ ہوا ہوگا کہ اس میں اب بھی کتنی حدیثیں مکرر ہیں میرا تو خیال ہے کہ ان مکررات کو اگر حذف کر دیا جائے تو چالیس ہزار کی یہ تعداد گھٹ کر قریب قریب تیس ہزار تک پہنچ جائے تو تعجب نہ کرنا چاہئے کنز العمال کا اقلام بحذف مکررات خود علی متقی نے کیا ہے جو مسند احمد کے واقعہ پر عجیب کی بات ہے شمار کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ اس میں کل تیس ہزار اور چند حدیثیں درج ہوئی ہیں اور کون نہیں جانتا کہ حدیث کے ان مجامیع یا دائرۃ المعارف میں رطب و یابس ہر طرح کی حدیثیں لے لی گئی ہیں اسی لئے میرا خیال ہے کہ صحیح اعلیٰ معیاری حدیثوں کی تعداد اگر دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتی تو ضعیف وحسن صحاح سب کو ملا دینے کے بعد تیس پینتیس ہزار سے آگے ان کی تعداد کا بڑھنا مشکل ہے۔ ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنی جاتی تھی، ایک اصطلاح بنالی گئی تھی کہ حدیث کی تعداد بھی وہی قرار دی جاتی تھی یعنی دس راویوں سے اگر سنی گئی ہے تو وہی ایک حدیث دس حدیث بن جاتی تھی، الذہبی وغیرہ نے اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ ابراہیم بن سعید الجوہری کے تذکرے میں نقل کیا ہے کہ ایک صاحب جن کا نام جعفر بن خاقان تھا انھوں نے ابراہیم سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت کی ہوئی ایک حدیث کے متعلق کچھ دریافت کیا، ابراہیم نے اپنی لونڈی (جاریہ) کو بلایا اور کہا کہ

اخرج لی الجزء الثالث والعشرین — حضرت ابوبکرؓ کی روایت کردہ حدیثوں کی

من مسند ابی بکرؓ — تیرہویں جلد نکال کر لاؤ،

جعفر نے ابراہیم کے ان الفاظ کو سن کر حیرت سے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ سے تو پچاس حدیثوں کا صحیح ثابت ہونا بھی مشکل ہے، آپ نے ان کی حدیثوں کا اتنا بڑا مجموعہ کہاں سے جمع کر لیا جس کی اتنی جلدیں ہیں، یہ سن کر ابراہیم نے حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ

کل حدیث لا یکون عندی — ایک ایک حدیث جب تک سو طریقوں

من مائة وجه فانا فیه یتیم — سے مجھے نہیں ملتی ہے اس حدیث کے متعلق

— میں اپنے آپ کو یتیم خیال کرتا ہوں

مطلب ابراہیم کا یہی تھا کہ ایک ایک حدیث سو سو طریقوں سے جب تک مجھے نہیں ملتی تھی اس وقت تک سمجھتا تھا کہ اس حدیث کے متعلق وہ اپنے کو یتیم خیال کرتا، مطلب یہ ہوا کہ ایک ایک حدیث کو بجائے ایک کے سو سو حدیث مانتے تھے ظاہر ہے کہ اس طریقے سے ابوبکر صدیقؓ کی حدیثوں سے مجلدات ابراہیم نے اگر بنا لئے تھے تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تعجب کی کیا بات ہے، میں نے کہیں ذکر کیا ہے کہ انما الاعمال بالنیات والی حدیث واقعہ میں ظاہر ہے کہ ایک ہی حدیث ہے، لیکن راویوں کے تعدد کی بنیاد پر محدثین نے بجائے ایک کے اس کی تعداد پانسو تک پہنچادی ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ "محدثین" کا یہ خاص کارنامہ ہے، حدیثوں کی صحت و سقم کا پتہ چلانے کا یہ بہترین طریقہ تھا، جسے انھوں نے ایجاد کیا تھا۔

اس زمانے میں پروپاگنڈے کے لئے یا صرف اس لئے کہ خبر میں سنسنی پیدا کرنے کی صلاحیت ہے بے بنیاد جھوٹی خبروں کے پھیلانے کا جو عام رواج ہے، ان خبروں کے متعلق بھی صحیح رائے وہی لوگ قایم کر سکتے ہیں جو مختلف نیوز ایجنسیوں کی خبریں اور مختلف اخباروں میں شائع ہونے والی اطلاعوں سے باخبر رہتے ہیں، وہی جانتے ہیں اور ان ہی کو یہ جاننے کا موقع ہے کہ کن کن ایجنسیوں کی روش محتاط ہے، ان میں کس کس کی کیا کیا خصوصیت ہے ان میں بھروسہ اور اعتماد کے قابل خبریں کون چھاپتا ہے کچھ اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ اس زمانہ کے محدثین کا حال تھا سفیان ثوری کا ایک قول حاکم نے معرفۃ الحدیث میں نقل کیا ہے، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ حدیثوں کے سننے کی غرض ایک ہی نہیں ہوتی، کہا کرتے تھے کہ

"ہم بعضوں سے اس لئے حدیث سنتے ہیں کہ اس کو اپنے دین میں شریک کریں اور کبھی کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کے متعلق فیصلہ کو ملتوی کرنے کے لئے بھی ہم بعضوں سے اس حدیث کو سنتے ہیں بعضوں کی بیان کی ہوئی حدیث کو ہم جانتے ہیں کہ مستحق توجہ نہیں ہے لیکن پھر بھی بیان کرنے والے کی رد و قبول اور مذہب کا پتہ چلانے کے لئے ہم اس سے حدیث سنتے ہیں"

معرفۃ علوم الحدیث حاکم صفحہ ۱۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاکم نے احمد بن حنبل کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ہم جس زمانے میں صنعاء (یمن) میں حدیث پڑھنے کے لئے مقیم تھے، اور میرے ساتھ علاوہ دوسرے رفقاء کے یحییٰ بن معین بھی تھے، ایک دن میں نے یحییٰ کو دیکھا کہ گوشہ میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں، اور کوئی آدمی جب سامنے آجاتا ہے تو اسے چھپا دیتے ہیں، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت انسؓ کے نام جعلی حدیثوں کا ایک مجموعہ ابان کی روایت سے جو پایا جاتا ہے، اسی کو یحییٰ نقل کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم ان غلط اور جھوٹی روایتوں کو نقل کر رہے ہو، اس وقت یحییٰ بن معین نے کہا کہ

بھائی! اسی لئے تو اس کو لکھ رہا ہوں کہ ان ساری روایتوں کو لکھنے کے بعد زبانی یاد کر لوں میں یہ جانتا ہوں کہ یہ ساری روایتیں جعلی ہیں، غرض میری یہ ہے کہ ابان کی جگہ کسی معتبر راوی کا نام داخل کر کے غلط فہمی میں لوگوں کو اگر کوئی مبتلا کرنا چاہے گا، تو میں اس غلط فہمی کا ازالہ اصل واقعہ کو ظاہر کر کے کر سکوں گا یعنی بتا سکوں گا کہ جس جگہ پر ثقہ راوی کا نام رکھا گیا ہے یہ غلط ہے درحقیقت ان روایتوں کا بنانے والا ابان ہے" ص۹ معرفۃ علوم الحدیث

یحییٰ بن معین نے اسی غرض سے موضوع حدیثوں کا بھی ایک طومار نقل کیا تھا۔ کہا کرتے تھے کہ دروغ بافوں سے میں نے بڑا ذخیرہ روایتوں کا لکھا بھی ہے جس سے اگر تنور کو گرم کیا جائے تو بہت عمدہ پکی ہوئی روٹیاں تیار ہوسکتی ہیں۔ ص [illegible]

[illegible] قصہ [illegible] یحییٰ کے [illegible] سے واقف ہو سکتے ہیں [illegible] بتایا جاتا ہے [illegible]
حاکم [illegible] زمانہ میں [illegible] محدثین بھی تھے [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے کہ یہی روایتوں کو جھوٹی روایتوں سے جدا کرنے کے دوسرے ذرائع کے ساتھ ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہر طرح کے راویوں سے حدیثوں کو سننے کی کوشش کی جائے حافظ ابو عمر بن عبد البر نے ایوب سختیانی کے حوالہ سے یہ تجربہ کی بات نقل کی ہے، کہا کرتے تھے،

"اپنے استاد کی غلطیوں سے تم اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتے جب تک کہ دوسروں کے پاس بھی جا کر نہ بیٹھو۔" صفحہ ۹۱ جامع

بہر حال حدیثوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ بھی، اور ایک ایک محدث کے یہاں سیکڑوں اساتذہ کا نام جو کتابوں میں لیا جاتا ہے، اس کی وجہ بھی محدثین کا یہی مذاق تھا یعنی جب تک ستر ستر طریقوں سے حدیث ان تک نہ پہنچی ہو۔ اس وقت تک اس حدیث میں اپنے آپ کو یتیم قرار دیتے تھے۔ ان کے اساتذہ کی کثرت کا اندازہ اسی سے کیجئے کہ شعبہ جو اپنی تسلی کے لئے ہر حدیث کا بیس دفعہ سننا ضروری قرار دیتے تھے، ان کے کل اساتذہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے صحبت یافتہ بزرگوں یعنی تابعین میں ان کے استادوں کی تعداد جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے کہ

سمع من اربع مائة من التابعين تذکرہ ص ۱۲۱ ج ۱	تابعین میں سے جن جن استاذوں سے شعبہ نے حدیث سنی تھی ان کی تعداد چار سو ہے

مقصود اس طول طویل گفتگو سے یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے تن من دھن سب کو دین کے لئے مختص کر دیا تھا، یہی شعبہ نماز میں جن کے سجدوں اور رکوع کی وہ کیفیت تھی کہ ذہبی ہی نے لکھا ہے کہ باوجود اس جفاکشی کے صائم الدہر تھے یعنی ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ دیکھ کر لوگوں کو رحم آتا۔ بدن کی خشک نظر آتی تھی بھلا سوچئے تو جن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کا حال یہ ہو کر پوچھنے والوں نے پوچھا اب پیرانہ سالی میں آپ کے مشاغل کی نوعیت کیا رہ گئی ہے تو جواب میں بولے کہ بھائی! صرف ایک رکعت میں سورہ بقرہ پڑھ لیتا ہوں اور مہینے میں اب تین روزوں یعنی ایام بیض کے روزوں سے زیادہ رکھا نہیں جاتا۔

ابو اسحاق السبیعی کے حال میں ذہبی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کے اساتذہ میں (۳۸) صرف صحابی ہیں (میزان ج ۱) آخر اسی عہد کے محدثین میں جب ایسے لوگ بھی تھے مثلاً ثابت البنانی کے متعلق لکھا ہے کہ

دن رات کے چوبیس گھنٹوں کے اندر معمول تھا کہ قرآن ختم کر لیتے تھے اور ہمیشہ صائم الدہر رہتے (میزان ج ۱)

سلیمان تیمی بھی صائم الدہر تھے عموماً صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے رہے نفل کی نمازوں میں ان کا حال بھی یہی تھا کہ ستر دفعہ سے کم سجدے میں تسبیح نہ پڑھتے (میزان ج ۱ تذکرہ)

اس عہد کے بزرگوں کے عبادات و ریاضات کی تفصیل کے لیے حلیۃ الاولیا اور صفوۃ الصفوۃ وغیرہ پڑھنی چاہیے نسبتاً ان میں جن لوگوں کو عافیت پسند اور آسائش و آرام فراغت و رفاہیت کی زندگی بسر کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے، سمجھا جاتا ہے کہ بڑے خوش خوراک خوش پوشاک تھے جب ان کا حال یہ تھا، مثلاً امام نسائیؒ کے متعلق ذہبی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہ بڑے وجیہ و شکیل آدمی تھے، بردو تذبیہ (؟) ایک قسم کی قیمتی چادر تھی، اور سبز دو شالے کو پسند کرتے تھے لکھا ہے کہ

کھانے میں نسائیؒ زیادہ تر بڑے تندرست مرغ کو پسند کرتے تھے جو خاص کر ان کے لیے خریدے جاتے تھے، اور ان کو خصی کر کے خوب فربہ کر لیا جاتا تھا (۱۲)

لیکن باوجود ان تمام باتوں کے محمد بن مظفر بیان کرتے تھے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے مصر جا کر امام نسائی سے قیام اختیار کر لیا تھا وہاں کے سادات علماء اور مشائخ کو پایا کہ وہ امام نسائی کی عبادت و ریاضت کی کہ جس کا سلسلہ شب و روز جاری رہتا تھا، تعریف کرتے تھے" ص۲۴۲

ان کے دینی تصلب کے لئے یہی کیا کم ہے کہ محض حق گوئی کی وجہ سے انہیں شہید ہونا پڑا۔ ۱؎ کہتے ہیں کہ خواجہ حسن بصری بھی لطیف غذاؤں کا خاص ذوق رکھتے تھے ابن سعد نے حمید کا قول نقل کیا ہے کہتے تھے کہ

ما شممت مرقة قط اطيب من مرقة الحسن ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۱	حسن البصری کے شوربے سے زیادہ خوشگوار خوشبو میں نے کسی دوسرے آدمی کے شوربے میں نہیں سونگھی

یہ بھی اسی میں ہے کہ گوشت کا روزانہ آپ کے دسترخوان پر رہنا ضروری تھا لیکن زہد و تقوی، عبادت و ریاضت مجاہدہ میں جو ان کا حال تھا اس سے کون ناواقف

۱؎ یہی لکھا ہے کہ مصر سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے امام دمشق میں ٹھہرے، عام طور پر خوارج کا اس زمانہ میں شام کے علاقوں میں زور تھا جامع مسجد میں کسی نے پوچھا کہ آپ بڑے محدث ہیں۔ امیر معاویہ کی تعریف میں بھی تو کچھ روایتیں بیان کیجئے۔ باوجودیکہ شام والوں کے عقائد سے امام نسائی کو واقف تھے اس باب میں ان کا جو علم تھا اس کو چھپانا استبازی اور دین کے خلاف معلوم ہوا۔ بھری مجلس میں کہہ دیا کہ امیر معاویہ کے متعلق کیا پوچھتے ہو معاملہ ان کا برابر سرابر بھی ہو جائے تو کیا تمہارے خوش ہونے کے لئے یہی کافی نہیں ہے۔ نتیجہ جو ہو سکتا تھا وہی ہوا کہ خوارج جن سے مسجد بھری پڑی تھی ان پر ٹوٹ پڑے اور بے تحاشا مارنا شروع کیا، لکھا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ شرمگاہ اور اندرونی حصوں کو لاتوں سے لوگوں نے اتنا کچلا کہ اس کی تکلیف سے جانبر نہ ہو سکے دمشق سے کسی طرح مکہ تک ان کو پہنچایا گیا لیکن مکہ پہنچ کر وفات ہو گئی۔ ج ۲ ص ۲۴۲ ذہبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے ابن جوزی نے بیس جزوں میں ان کے حالات لکھے ہیں اسی سے اندازہ کیجئے یوسف بن اسباط جیسے آدمی کا بیان ہے کہ

تیس سال سے یہ شخص ہنسا نہیں ہے اور چالیس سال اس حال میں گذارے کہ اس عرصہ میں کسی سے مذاق نہ کر سکے۔ صفوۃ ج ۳ ص۱۵۶

روتے رہتے تھے، لوگ پوچھتے تو کہتے کہ معاملہ ایسے سے آپڑا ہے جسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے کون جانے کہ کل میں آگ میں نہ جھونکا جاؤں گا

ص۱۵۶ صفوۃ ج ۳

حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز کے خوف کو دیکھ کر یزید بن حوشب کہا کرتے تھے کہ

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے لئے حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز کے سوا اور کوئی پیدا ہی نہیں ہوا ہے"

یا امام مالک ہی ہیں، کھانے پینے، رہنے سہنے میں ان کا نقطۂ نظر عام طور پہ مشہور ہے کہ ہمیشہ قیمتی لباس زیب تن فرماتے عطر اور خوشبو میں ڈوبے رہتے ان کے دربار کے رعب اور وقار کو دیکھ کر لوگ کہا کرتے تھے کہ نہ باب امیر (کسی بڑے امیر کی ڈیوڑھی ہے) آپ کا یہی معمول تھا کہ گوشت کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے والد نے اس خدمت پر اتنا اصرار تھا کہ کسی دن اگر گوشت کے لئے پیسے نہ ہوتے اور اس کے لئے گھر کی کوئی چیز بیچنی پڑتی تو لکھا ہے کہ فنعل دوہ چیز بیچ کر گوشت خریدتے)

ص۱۷ الدیباج المذہب

ہر جمعہ کو دستور تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كان يأمر خبازه سلمة ان يعمل له ولعياله طعاماً كثيراً۔   سلمہ نامی باورچی جو آپ کا تھا اس کو حکم دے رکھا تھا کہ امام اور امام کے گھر والوں کے لیے بہت زیادہ کھانا تیار کرے۔

مگر باوجود ان تمام باتوں کے ان کے علم و عمل، تقویٰ و دیانت کے جو گہرے نقوش امت کے قلوب پر قایم ہیں۔ کیا وہ قیامت تک مٹ سکتے ہیں۔ اللہ اللہ بارگاہِ رسالت پناہی کے ساتھ جن کی نیاز مندیوں اور ادب شناسیوں کا یہ حال ہو۔ عبداللہ بن مبارک کی یہ چشم دید شہادت ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"امام مالک ہم لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے، بچھو (جو ان کے کپڑوں میں کسی طرح گھس گیا تھا) نے سولہ دفعہ ڈنک مارے۔ امام مالک کا چہرہ ہر نیش پر متغیر ہو کر زرد پڑ جاتا تھا لیکن حدیث جس طرح بیان کر رہے تھے، بیان کرتے رہے، درمیان میں اس کے سلسلہ کو نہ توڑا جب درس ختم ہو گیا اور لوگ ادھر ادھر ہو گئے تب میں نے عرض کیا کہ آج آپ کا یہ کیا حال ہو رہا تھا تب وجہ بیان کی اور فرمایا کہ انما صبرت اجلالا لحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے احترام کی وجہ سے میں صبر کیے بیٹھا رہا) ص۲۲ دیباج

دوسری کتابوں میں ہے کہ درس سے فارغ ہونے کے بعد اندر تشریف لے گئے، کپڑے اتارے تب بچھو نکالا گیا۔ باہر آکر ابن مبارک سے چہرے کے تغیر کی وجہ بیان کی۔ یہ اور اسی قسم کے بیسیوں واقعات کا تذکرہ اس طبقہ کے متعلق کیا جاتا ہے جو حدیثوں کے حفاظت و اشاعت کا صحابہ کے بعد ذمہ دار بن گیا تھا، کیا یہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گنے جانے کی بات ہے، پیغمبر اور پیغمبر کی حدیثوں کا جس کے دل میں اتنا احترام ہو کہ بچھو ڈنک پر ڈنک مارتا چلا رہا ہے۔ لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں، سنانے والا صرف اس خیال سے اپنی جگہ سے ہلتا بھی نہیں۔

حفاظِ حدیث کے اس گروہ میں جنہیں دست عطا کی گئی تھی، خود امام بخاریؒ بھی ہیں بخارا میں ان کی کافی جائداد تھی اور متعدد پن چکیاں ان کی چلتی تھیں۔ وسیع پیمانے پر تجارتی کاروبار بھی کرتے تھے جس میں ایک ایک دفعہ دس دس ہزار کا نفع ہوتا تھا لیکن باایں ہمہ صرف رمضان میں ان کے مجاہدے کا یہ حال تھا کہ علاوہ تراویح کے پچھلی رات کو نصف یا ایک تہائی قرآن تہجد میں ختم کرتے گویا ہر دوسرے یا تیسرے دن قرآن ختم ہو جاتا تھا۔ اور یہ اس تلاوت کے سوا تھا جو دن کو روزہ کی حالت میں کرتے تھے۔ دستور تھا کہ دن کو قرآن شروع کرتے اور افطار کے وقت تک ختم ہو جاتا تھا۔ امام بخاری کے ساتھ بھی کہتے ہیں امام مالک ہی کے قریب قریب حادثہ پیش آیا امام مالک تو حدیث پڑھا رہے تھے اس وقت بچھو نے کاٹا تھا۔ امام بخاری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے اپنے باغ میں حضرت کی دعوت کی تھی۔ اتنے میں ظہر کا وقت آگیا فرض سے فارغ ہو کر نفل میں مشغول ہوئے کہ عین نماز میں بھڑ نے کاٹنا شروع کیا لیکن نماز نہ توڑی جب سلام پھیرا لوگوں سے کہا کہ دیکھو میرے کرتے میں کوئی چیز تو نہیں ہے دیکھا گیا تو بھڑ برآمد ہوئی کئی جگہ اس کے کاٹنے کی وجہ سے ورم ہو گیا تھا پوچھا گیا کہ نماز آپ نے توڑی کیوں نہیں فرمایا کہ

کنت فی سورۃ فاحببت ان اتمہا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲)

میں ایک سورت کی تلاوت میں مشغول تھا میں چاہا کہ اس کو ختم کرلوں۔

اور میں ان قصوں کو کہاں تک بیان کروں۔ ان کی کوئی انتہا بھی ہو ہے میرا

© rasailojaraid.com

خیال ہے کہ جن بزرگوں کے متعلق سمجھا گیا ہے کہ وہ کچھ غیر معمولی طور پر خوش خوراک و خوش پوشاک تھے ان کی غرض بھی یہی تھی کہ اس ذریعے سے کام زیادہ قوت اور زیادہ بشاشت کے ساتھ انجام پا سکتا ہے خیال تو کیجئے کہ راتیں جن لوگوں کی اس طرح گذرتی تھیں جیسا کہ امام بخاری ہی کے متعلق ان کے وراق (مسودہ نویس) محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ

"سفر میں امام بخاری کے ساتھ میرا قیام اسی کمرے میں عموماً ہوتا تھا جس میں امام آرام فرماتے تھے میں دیکھا کرتا تھا کہ رات کو جب ہم لوگ سو رہتے تو امام بخاری بار بار اٹھ اٹھ کر چقماق سے چراغ جلاتے اور لکھی ہوئی حدیثوں پر کچھ علامت بناتے پھر سو رہتے۔ ایک ایک رات میں پندرہ سے بیس دفعہ تک میں نے دیکھا ہے کہ اٹھتے ہیں اور لیٹتے ہیں، میں عرض کرتا کہ جس وقت آپ اٹھتے ہیں، مجھے بھی اٹھا لیا کیجئے تو فرماتے کہ میاں تم جوان آدمی ہو، تمہاری نیند کو میں خراب کرنا نہیں چاہتا۔" ص۴۸۱

اس قسم کی محنت اور جفاکشی کے لیے خود ہی سوچنا چاہیے کہ کتنی غیر معمولی توانائی کی ضرورت ہے ایک دلچسپ لیکن غیر معمولی نتائج کا حامل اسی سلسلے کے بزرگوں میں وکیع بن الجراح کا وہ فقہ نامہ ہے جسے خطیب نے وکیع کے صاحبزادے سفیان بن وکیع کے حوالے سے نقل کیا ہے، یہ وکیع صرف محدث ہی نہیں بلکہ فقہ کے بھی امام ہیں، خطیب کو اس پر فخر ہے کہ وکیع زیادہ تر امام ابو حنیفہ کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر فتویٰ دیا کرتے تھے سفیان ثوری کے تلمیذ خاص سمجھے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی وغیرہم اکابر کے وکیع استاد ہیں امیر گھرانے

© rasailojaraid.com

کے آدمی تھے۔ صرف والدہ سے لکھا ہے کہ دس لاکھ درہم وراثت میں ان کو ملے تھے بہرحال چوبیس گھنٹے کا نظام اوقات آپ فرماتے ہیں ان کا کیا تھا وہ سنیے ان کے صاحبزادے کہتے تھے۔

"میرے والد صائم الدہر تھے، قاعدہ ان کا یہ تھا کہ صبح سویرے (نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد) درس حدیث کے حلقہ میں تشریف لاتے حدیث کے طلباء کو پڑھاتے رہتے۔ تا اینکہ دن کافی چڑھ جاتا حلقہ سے اٹھ کر گھر تشریف لاتے، اور سو جاتے ظہر کے وقت تک سوتے اس کے بعد ظہر کی نماز کے لئے اٹھتے، نماز سے فارغ ہو کر اس سڑک کی طرف چلے جاتے جدھر سے پانی بھرنے والے گذرتے تھے۔ پکھالیں بھر بھر کر شہر کی طرف لاتے تھے اور ہر ایک سے دریافت کرتے کہ قرآن اس کو کتنا یاد ہے جسے یاد نہ ہوتا اسے قرآن کی اتنی سورتیں یاد کراتے جو نماز پڑھنے کے لئے کافی ہو یہ کام عصر کے وقت تک کرتے عصر کی نماز اپنی مسجد میں ادا فرماتے، اور نماز کے بعد وہیں بیٹھ کر قرآن کا درس دیتے کچھ وقت بچتا اسے اللہ کی یاد میں گذارتے مغرب کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لاتے، تب افطار کا کھانا آپ کے آگے رکھا جاتا، قریب دس رطل (گویا پانچ سیر) سے کم مقدار مجموعی طور پر کھانے کی نہ ہوتی کھانے کے بعد آپ کے سامنے نبیذ[1] کا قرابہ پیش ہوتا، دس رطل کے قریب نبیذ جس میں ہوتی کھانے کے بعد اس قرابے سے جتنا ان کا جی چاہتا پیتے رہتے، اور جو بچ جاتا اس کو سامنے رکھ لیتے"

---

[1] نبیذ کیا چیز ہے، جو نہیں جانتے ہیں یا نہیں جاننا چاہتے ہیں انھوں نے طرح طرح کی باتیں اس کے متعلق (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے بعد کیا کرتے تھے، اسی کو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ سفیان بن وکیع کہتے ہیں کہ

ویقوم فیصلی ورده من اللیل وکلما — پھر کھڑے ہو جاتے اور رات میں نمازوں کا

صلّی رکعتین او اکثر من شفع او — جو ورد ان کا تھا اسے پورا کرلیے، اور ورد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مشہور کر رکھی ہیں حالانکہ اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ اطباء جس دوا کو خیساندہ کہتے ہیں یعنی رات کو پانی میں عناب، گاؤزبان، سپستان وغیرہ اسی قسم کی نباتی دوائیں ڈال دی جاتی ہیں اور صبح کو قبل ان ہی اطباء "تالیہ صاف کردہ" یا نوشندہ(?) نبیذ بھی بالکل یہی چیز تھی فرق صرف اتنا تھا کہ بجائے نباتی دواؤں عناب سپستان وغیرہ کے کھجور یا کشمش، منقی کو پانی میں رات کو ڈال دیتے تھے جیسے "تالیہ صاف کردہ" صبح کو چھانتے تھے۔ اور صبح کو ڈالی ہوئی نبیذات کو استعمال کرتے تھے میں پوچھتا ہوں کہ دوائی خیساندہ کا استعمال کا موقعہ کیسے نہ ملیگا۔ پھر کیا اس میں نشہ یا سکر پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ نباتاتی اشیاء ہونے کی وجہ سے اس میں بھی الکحل پیدا ہو سکتا ہے جیسے کھجور، کشمش، منقے کے خیساندہ کو مہینوں اگر رکھ دیجئے تو یقیناً اس عمل کے بعد اس میں جوش پیدا ہونے کف پھینک دینے کے بعد نشہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن نبیذ اس کے بعد تو شراب بن جاتی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ نبیذ کے نام سے ناجائز نفع اٹھاتے ہوئے بعض لوگوں نے شراب کو بنام نبیذ استعمال کیا ہو۔ لیکن ائمہ کوفہ نے نبیذ کی حلت کا جو فتویٰ دیا ہے میرے خیال میں اس کی حرمت پر اصرار کرنا ایسا ہی ہے کہ کسی حلال چیز کو خواہ مخواہ حرام ثابت کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ دوائی خیساندے کو بعض دفعہ آگ پر جوش دے کر بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بھی نشہ پیدا نہیں ہوتا اسی طرح کھجور یا کشمش کے خیساندہ کو آگ پر اگر جوش دے دیا جائے تو گاڑھا ضرور ہو جائے گا۔ لیکن نشہ اس میں پیدا ہوگا قطعاً یہ تجربہ کے خلاف ہے اگر اس میں نشہ کا پیدا ہونا ضرور ہے تو چاہیے کہ سارے دوائی خیساندے میں نشہ پیدا ہو جائے۔ الغرض نبیذ(?) کو لوگوں نے اس معاملہ میں بہت بدنام کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا وکیع امام ہی کے مسلک کی اتباع فقہ میں کرتے تھے اس لئے نہ خود بھی پیتے تھے اور دوسروں کو بھی پینے کا حکم دیتے تھے [illegible] کسی نے وکیع سے کہا کہ حضور میں نے نبیذ پینے والوں(?) کو خواب میں دیکھا کہنے والا کہتا ہے کہ تو نے شراب پی۔ وکیع نے سن کر فرمایا کہ شیطان ہوگا جس نے تجھ سے یہ کہا کہنے لگے کہ [illegible] کے باقی اور نبیذ میں میرے نزدیک تعلق نہیں ہے ۷ خطیب صفحہ ۴۷۹ ج ۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتر یشرب منها حتی ینفدها ثم ینام۔ (تاریخ بغداد ص ۱۳ ج ۱۳)

دو رکعتوں، یا ان سے زیادہ رکعتوں کے بعد خواہ طاق ہوتیں یا جفت، سلام پھیر کر، اسی قرابہ سے پیتے رہتے تاآنکہ ختم ہو جاتا پھر سو رہتے

ظاہر ہے کہ دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے جو ضعف پیدا ہو جاتا تھا، اسی کی تلافی رات کو نبیذ سے فرماتے تھے، کیونکہ نبیذ کو نشہ آور عرق قرار دینا، تو تجربہ سے پہلے خواہ مخواہ بدگمانی میں مبتلا ہو کر ایک دعویٰ کر بیٹھنا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ کھجور اور انگور سے جو عرق نبیذ کی شکل میں حاصل کیا جاتا تھا اس سے کافی قوت پیدا ہوتی تھی اسی لئے تو وکیع نبیذ کے قرابے کو سامنے رکھ کر رات کی نماز پڑھا کرتے تھے جہاں کچھ سستی محسوس ہوتی ایک پیالہ چڑھا لیتے تھے جب وہ ختم ہو جاتا تو سو رہتے تھے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ وکیع ہی کے متعلق الذہبی نے جس واقعہ کا ذکر بطور ایک ظریفانہ لطیفہ کے کیا ہے مجھے تو ظرافت سے زیادہ اس میں حقیقت کی جھلک نظر آتی ہے لکھا ہے کہ وکیع ذرا جسیم شحیم بھاری بدن کے آدمی تھے، جب مکہ پہنچے اور مشہور صوفی فضیل بن عیاض سے ملاقات ہوئی تو ان کی فربہی کو دیکھ کر فضیل نے کہا کہ میں نے تو سنا ہے کہ تم راہب العراق ہو، پھر یہ فربہی کیسی؟ جواب میں وکیع نے فرمایا

هذا من فرحی بالاسلام

اسلام کی وجہ سے نشاط کی جس کیفیت میں رہتا ہوں یہ اس کا نتیجہ ہے، (تذکرہ ص ۲۸۳ ج ۱)

واللہ اعلم کہ ان کا واقعی مطلب کیا تھا لیکن میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ آدمی اپنے جسم کی نگرانی سے غفلت اختیار نہ کرے اور محنت و مشقت کا جو بار اس پر ڈالا جائے اس کی تلافی عمدہ اور لطیف غذاؤں سے کرتا رہے تو جن ذہنی بے چینیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دماغی الجھنوں سے اسلام آدمی کو نجات عطا کر کے روحانی سکون بخشتا ہے ان دونوں باتوں کا مجموعی انفرادی ہونا چاہئے جس کا دکیج کے وجود میں مشاہدہ کیا گیا تھا۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی، میں نے جیسا کہ عرض کیا، دکیج کے وقت نامے سے اور بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک تو اسی کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے کے بزرگوں کی ساری زندگی مقررہ اوقات کے ساتھ بندھی ہوئی تھی، یہ ان کے ضبط اوقات ہی کا نتیجہ تھا کہ ان علمی مشاغل اور مجاہدات کے ساتھ جو بجائے خود حیرت انگیز ہیں وہ علم کا کام اور کیا کام؟ انجام دے سکتے تھے بعض لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اتنی نمازیں پڑھتے تھے اور اتنی مختصر مدت میں قرآن ختم کرتے تھے، آخر ان ہی کو ہزار ہا ہزار حدیثوں کے یاد کرنے کا موقع کیسے مل جاتا تھا۔ لیکن سمجھا نہیں گیا۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ اپنے اوقات عزیز کو لایعنی مشاغل میں جو صرف کرنے کے عادی ہیں وہ ان لوگوں کے اوقات کی برکتوں کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے تھے جو اپنی ایک ایک سانس کی قیمت حاصل کرنے کے در پے ہوتے ہیں آخر عام لوگوں کا کیا حال ہے تھوڑا وقت معاشی کاروبار میں وہ ضرور لگاتے ہیں، لیکن اس کے بعد کھیل تماشوں سینما بینی، تاش بازی، اور اسی قسم کی مختلف بازیوں میں جتنا وقت بے کار وہ خرچ کر دیتے ہیں، اگر اسی میں وہ کام کرنے کا تجربہ کریں تو خود ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ جو کچھ ان بزرگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے ماسوا اس کے محدثین کی زندگی کے دو مستقل دور تھے۔ ایک زمانہ ان کا طلب حدیث کا ہوتا تھا، گذر چکا کہ اس زمانہ میں عہد صحابہ اور اس کے بعد بھی سمجھا جاتا تھا کہ نفلی عبادات پر علمی اشتغال کو ترجیح دینا چاہئے اس سلسلے میں متعدد شہادتوں کا تذکرہ کر چکا ہوں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کا نتیجہ تھا کہ جن سے نفلی عبادات کا ترک بالکلیہ ممکن نہ ہو سکتا تھا وہ اپنے اوقات خصوصاً اپنی راتوں کو چند حصوں پر تقسیم کر دیتے تھے، عمرو بن دینار جو سفیان و شعبہ وغیرہ کے استاذ اور ابن عباس و ابن عمر کے شاگرد ہیں ان کے حال میں لکھا ہے کہ رات کو انہوں نے چند حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک ثلث تو نیند کے لیے تھا، دوسرے ثلث میں وہ حدیثیں یاد کرتے تھے اور تیسرے ثلث میں نمازیں پڑھتے تھے ص۴۱ جامع

اور طلب حدیث کا دور جب گذر جاتا تھا تو ظاہر ہے کہ حدیث کے ان حافظوں کو اب حدیث کے یاد کرنے کے لیے وقت دینے کی ضرورت نہیں رہتی تھی رات ان کی فارغ ہو جاتی تھی، البتہ دن کو شاگردوں کے سامنے اپنی یاد کی ہوئی حدیثوں کو دہراتے تھے اور اسی سے انکی یاد تازہ رہتی تھی، بڑے بڑے حفاظ کا تو یہ حال تھا کہ ان کا حافظہ بھی غیر معمولی طور پر قوی تھا، اسی لئے اس قسم کے حضرات درس حدیث کے وقت اپنے ہاتھ میں کتاب کبھی نہیں رکھتے کتابوں میں پڑھیئے اس قسم کے فقرے ملتے

لم یر فی ید سفیان بن عیینۃ والثوری و شعبۃ و وکیع کتاب قط	سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری و شعبہ وکیع کے ہاتھوں میں کتاب کبھی نہیں دیکھی گئی
ما رئی لوکیع کتاب قط و لا لھشیم ولا لحماد ولا لمعمر خطیب ج ۱۳	نہ وکیع ہی کے ہاتھ میں کتاب دیکھی گئی اور نہ ہشیم کے ہاتھ میں نہ حماد کے ہاتھ میں اور نہ معمر کے ہاتھ میں

یہ تو غیر معمولی حافظہ رکھنے والے بزرگوں کی عام عادت تھی مبادی بھی جن لوگوں

© rasailojaraid.com

کی قوت یادداشت ایسی نہ تھی پڑھانے کے وقت اپنے ہاتھوں میں وہ کتاب رکھتے تھے، بہرحال جن بیچارے رجال کو درس کا موقعہ میسر آتا تو گذر چکا کہ مکتب خانوں کے بچوں کے سامنے یا عام غرباء کے مجمع میں جاکر اپنی حدیثوں کو دہراتے تھے، بہرحال وکیع کے نظام اوقات کا سب سے زیادہ عبرت انگیز جزء وہ ہے کہ مسلمانوں کی گذرگاہ میں بیٹھ کر ان کو قرآنی سورتیں یاد کراتے تھے۔ آج کسی مولوی کو کسی قصبہ یا شہر میں معمولی سا امتیاز بھی حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بے چارہ خدا جانے اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگتا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستباز خادموں کو آپ دیکھ رہے ہیں یہ وکیع میں وہی وکیع امام فن رجال یحییٰ بن معین جن کے متعلق کہتے تھے کہ میری آنکھوں نے ان سے بڑا آدمی نہیں دیکھا۔ یہی دعویٰ امام احمد بن حنبل کا بھی تھا کہ علم میں وکیع جیسا آدمی میری نظر سے نہیں گذرا۔ امام احمد کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا گیا ہے۔

ما رأت عيني مثل وكيع قط يحفظ
الحديث جيدا ويذاكر بالفقه
فيحسن مع ورع واجتهاد
ولا يتكلم في احد خطيب ج ۱۳

وکیع جیسے آدمی کو میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا
حدیثیں بھی ان کو خوب یاد تھیں اور فقہی مسائل پر
خوبی کے ساتھ بحث کرتے تھے، ان میں فضائل
کے ساتھ ساتھ ان میں پارسائی، اور عبادت میں
جد وجہد کی خصوصیت بھی پائی جاتی تھی، وہ
کسی پر اعتراض اور نکتہ چینی بھی نہیں کرتے تھے

لیکن جو اپنے وقت کا سب سے بڑا امام فقہ میں بھی تھا اور حدیث میں بھی وہ بہشتیوں کو قرآن کی ابتدائی سورتوں کے سکھانے کو بھی اپنی زندگی کا ایک لازمی فرض قرار دئے ہوئے تھا، ایسے ہی آدمی کے گھر میں یہ ہو سکتا تھا جیسا کہ ان کے

© rasailojaraid.com

صاحبزادے ابراہیم کا بیان ہے۔

میرے والد تہجد کی نماز کے لئے جس وقت اٹھتے تھے قرآن کے ساتھ سارا گھر اس نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا، حتی کہ گھر میں حبشن چھوکری تک تہجد پڑھتی تھی۔ خطیب ج ۱۲

بہرحال ان چیزوں کو کہاں تک لکھوں، غرض یہ تھی کہ صحاح ستہ کے مصنفین سے پہلے اور عہد صحابہ کے بعد حدیث کی حفاظت و اشاعت کا کام سو ڈیڑھ سو سال کے اس درمیانی وقفہ میں جن لوگوں کے سپرد رہا خود ان کا اور جس ماحول میں وہ تھے صحیح واقعات کی روشنی میں اس ماحول کا ایک سرسری اجمالی خاکہ بقدر ضرورت لوگوں کے سامنے آجائے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ آپ کے سامنے اس وقت تک پیش کیا جا چکا ہے انشاء اللہ اس مقصد کے لئے وہ کافی ہے، اب اسی کے ساتھ اصولاً چند چیزوں کو اپنے سامنے رکھ لیجئے اگرچہ ضمناً ان کی طرف بھی اشارہ کرتا چلا آیا ہوں

(۱) یاد رکھنا چاہئے کہ واقعات کا یاد رکھنا اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ اقوال و ملفوظات کا، واقعات کی حالت تو یہ ہے کہ شاید ہی کوئی آدمی ہوگا جس کے حافظہ میں ہزارہا واقعات کی یاد تازہ نہ ہو، کم از کم وہی واقعات جو اس شخص کے ساتھ گزرے ہوں، ہوش سنبھالنے کے بعد صبح و شام لوگوں کے سامنے واقعات گزرتے رہتے ہیں، اور وہ یاد رہتے ہیں، ان کے یاد کرنے کے لئے عام طور پر علیحدہ یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس فطری نظام کے ساتھ اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے جیسا کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات طیبہ ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ آپ کو کرتے ہوئے جو کچھ دیکھا

© rasailojaraid.com

گیا، یا آپ کے سامنے دوسروں نے جو کچھ کیا، اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا، اصطلاحاً انھیں کا نام محدثین نے تقریر رکھا ہے حدیث کا لفظ ان واقعات کو بھی حاوی ہے، اسی لئے جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو اتنی حدیثیں یاد تھیں تو اس کا مطلب یہی نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ملفوظات اتنی تعداد میں ان کو یاد تھے بلکہ ملفوظات کے ساتھ بڑا حصہ ان حدیثوں میں افعال و تقریرات کا بھی ہوتا ہے۔

(۲) خود صحابہ میں بھی بجز معدودے چند حضرات کے جنھیں مکثرین کہتے ہیں زیادہ تر اسی قسم کے حضرات ہیں جن کی روایت کی ہوئی حدیثوں کی تعداد کا سَو سے متجاوز ہونا بھی مشکل ہے، اسی سے اندازہ کیجئے کہ سَو یا سَو سے کچھ اوپر حدیثوں کے روایت کرنے والے حضرات صحابہ میں بیس پچیس سے زیادہ نہیں ہیں، ورنہ ان کی عمومیت اصحاب العشرات (یعنی سَو سے کم، نوے، اسی، ستر، ساٹھ، پچاس دس تک) میں شمار ہوتے ہیں، تاہم صحابہ کرام کے عہد تک حدیثوں میں سند کا سوال چونکہ پیدا نہیں ہوا تھا، بلکہ بات فقط متن تک محدود تھی نیز جن چیزوں کو وہ بیان کرتے تھے ان کے وہ خود ذاتی تجربہ کار اور دیکھنے والے تھے اس لئے چند صحابی مثلاً ابوہریرہ، عائشہ صدیقہ، انس بن مالک، ابن عمر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثوں کی تعداد کافی ہے۔ لیکن صحابہ کے بعد چونکہ سند کا یاد رکھنا بھی ضروری قرار دیا گیا اور جیسے جیسے دن گذرتے جاتے تھے کڑی پر کڑی کا اضافہ سند میں ہوتا چلا جارہا تھا، حافظہ پر اس کی وجہ سے زیادہ ذمہ داری عاید ہوئی غالباً یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے بعد والوں میں زمانہ تک ہمیں اسی قسم کے حضرات ملتے ہیں جن کی حدیثوں کی تعداد محدود تھی، اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ابن شہاب زہری جیسے محدث کی روایتوں کی مجموعی تعداد کو بتاتے ہوئے الذہبی نے لکھا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قال ابوداؤد حدیثہ الفان وماءتان النصف منھا مسند ص۱۰۲ تذکرہ	ابوداؤد کا بیان ہے کہ زہری کی روایتوں کی تعداد (۲۲۰۰) ہے جس میں سند (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل سند کے ساتھ جو روایتیں منسوب ہیں)، ان کی تعداد کل نصف ہے۔

جس کے معنی یہی ہوئے کہ ان کی مسند حدیثوں کی تعداد ایک ہزار ایک سو سے زیادہ نہ تھی اور یہ حال جب زہری کی روایتوں کا ہے تو دوسروں کی روایتوں کو اسی پر قیاس کیجئے، زہری سے پہلے قاسم بن محمد جلیل القدر تابعی ہیں۔ لیکن ذہبی ہی نے ان کے حال میں لکھا ہے کہ

قال ابن عیینۃ کان القاسم اعلم اھل زمانہ وقال علی بن المدینی لہ مائتا حدیث	ابن عیینہ کہتے تھے کہ قاسم اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم تھے اور ابن مدینی کا بیان ہے کہ قاسم کی روایتوں کی تعداد کل دو سو ہے

ص۹۱ ج۱ تذکرہ

اسی طرح بصرہ کے امام حدیث ثابت البنانی کی حدیثوں کی تعداد ذہبی نے لکھا ہے کہ دو سو پچاس تھی، ص۱۱۶ ج۱ سلیمان تیمی کی روایتوں کی تعداد کل دو سو بتائی گئی ہے ص۱۲۲ ج۱ عمرو بن مرہ بھی کل دو سو ہی حدیثوں کے راوی تھے ص۱۱۸ ج۱ یحییٰ بن سعید الانصاری کے پاس بھی صرف تین سو حدیثوں کا ذخیرہ تھا ص۱۳۱ ج۱ ذہبی۔ ایوب سختیانی کل آٹھ سو روایتوں کے راوی تھے ص۱۲۳ ج۱

میں نے تذکرۃ الحفاظ سے یہ چند مثالیں چن لی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے بعد شروع میں لوگوں کے پاس حدیثوں کی محدود تعداد تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف بڑھتا گیا اس منتشر اور بکھرے ہوئے سرمایہ کو لوگوں نے سمیٹنا اور جمع کرنا شروع کیا۔ بعض لوگوں نے خاص قسم کی حدیثوں کو جمع کیا۔ مثلاً احکام یعنی فقہی مسائل جن حدیثوں سے پیدا ہوتے ہیں ان کے متعلق امام شافعی کا بیان ہے کہ

وجدت احادیث الاحکام کلها	(احکام جن سے اسلامی قوانین پیدا ہوتے ہیں)
عند مالک سوی ثلاثین حدیثاً	ان کی متعلقہ حدیثوں کا سارا ذخیرہ میں نے امام
ووجدتها کلها عند ابن عیینة	مالک کے پاس پایا بجز تیس حدیثوں کے اور
سوی ستة احادیث تذکرة الحفاظ	ایسا ذخیرہ جس میں یہ تیس حدیثیں بھی شریک تھیں
ج ۱	میں نے ابن عیینہ کے پاس پایا بجز چھ حدیثوں
	کے کہ وہ ابن عیینہ کے پاس بھی نہ تھیں)

اسی طرح بعض حضرات نے کسی خاص علاقے کے راویوں کی حدیثیں جمع کیں ذہبی نے علی بن مدینی کے حوالہ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

دار علم الثقات علی الزهری	(معتبر راویوں کا علم ان چند بزرگوں پر گردش کرتا
وعمرو بن دینار بالحجاز	ہے یعنی حجاز کا علم زہری و عمرو بن دینار پر اور
وقتادة ویحیی بن ابی کثیر	بصرہ کا علم قتادہ و یحیی بن کثیر پر، کوفہ کا ابو اسحاق
بالبصرة وابی اسحاق والاعمش	و اعمش پر گردش کرتا ہے، جس کا مطلب یہ
بالکوفة یعنی ان غالب الاحادیث	ہے کہ صحیح حدیثیں عموماً ان بزرگوں کے دائرہ
الصحاح لاتخرج عن هؤلاء	علم سے باہر نہیں ہیں)
السنة ص ۱۰	

اسی طرح ابوداؤد طیالسی کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجدنا الحدیث عند اربعۃ — میں نے حدیث کا ذخیرہ چار آدمیوں کے پاس
الزھری وقتادۃ وابی اسحٰق — پایا یعنی زہری، قتادہ اور ابو اسحاق اور
والاعمش — اعمش

ذہبی نے طیالسی کا یہ تخمینہ نقل کیا ہے کہ

ولم یکن عند واحد من ھٰؤلاء — اور ان میں سے ہر ایک کے پاس دو دو ہزار سے
الا الفین الفین مثلاً — زیادہ حدیثوں کا سرمایہ نہ تھا۔

مگر جیسے جیسے زمانہ آگے کی طرف بڑھتا گیا، لوگوں میں ایک ہی حدیث کو مختلف راویوں سے سننے کا شوق بڑھتا چلا گیا جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ اس زمانہ میں واقعات کی دیکھ پہونچنے کے لئے کسی ایک اخبار میں کسی نیوز ایجنسی کی دی ہوئی خبر کا پڑھ لینا کافی نہیں ہوتا کچھ اسی قسم کا حال حدیث کے باب میں ان بزرگوں کا ہو گیا تھا، اہل میں لوگوں کی اولوالعزمیاں ترقی کر کے اس حد کو پہنچ چکی تھیں کہ بعض لوگ سنو سنو طریقوں سے جب تک کسی روایت کو سن نہیں لیتے، اپنے آپ کو اس روایت میں یتیم خیال کرتے تھے اور قاعدہ یہ بن گیا تھا کہ مختلف طریقوں سے جو حدیثیں سنی جاتی تھیں محض سند میں کسی ایک راوی کے بڑھ جانے یا متن میں کسی لفظ کے اضافے کے ساتھ ہی بجائے ایک حدیث کے وہی ایک حدیث دو دو حدیثیں بن جاتی تھیں میں کہہ چکا ہوں کہ اس طریقہ سے حدیثوں کی تعداد بڑھتے ہوئے لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ نیز حدیث کے لفظ کے نیچے صحابہ اور تابعین کے اقوال و فتاوی کو بھی آخر میں لوگ درج کرنے لگے۔ حدیثوں کے عددی اضافہ میں کچھ اس کو بھی دخل ہے ورنہ عرض کر چکا ہوں کہ اصلی حدیثوں کی معیاری حدیثوں کی تعداد دس ہزار تک بھی نہیں پہونچتی اور صحیح حدیثوں کے ساتھ ضعیف و حسن وغیرہ کو ملا

© rasailojaraid.com

جائے تو یہ مشکل نہیں تیس ہزار دہ ثابت ہوتی ہیں، بلکہ ابن جوزی کا قول نقل کر چکا ہوں کہ جعلی اور موضوع حدیثوں کو ملا لینے کے بعد حدیثوں کے سارے سرمایہ کو پچاس ہزار تک پہنچانا مشکل ہے۔

اسی کے ساتھ اس کو بھی بھولنا نہ چاہئے کہ جن لوگوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ لاکھ ہا لاکھ سے اوپر تک کو حدیثیں یاد تھیں۔ مثلاً امام بخاری، امام مسلم، یا ابو زرعہ احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین وغیرہ سو ظاہر ہے کہ ان میں یا تو خود صحاح ستہ کی کتابوں کے مصنف ہیں، یا ان کے معاصرین ہیں، جیسے ابو زرعہ امام بخاری کے معاصر ہیں یا صحاح کے مصنفین کے بعد کے لوگ ہیں، جیسے احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین وغیرہ اور اس وقت میری گفتگو کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مصنفین صحاح سے پہلے اور صحابہ کے بعد درمیانی عہد میں حدیث کی خدمت کرنے والے تھے، کم از کم اس عہد میں میں نہیں جانتا کہ کسی کے متعلق لاکھ دو لاکھ کی حدیثوں کا دعویٰ کیا گیا ہو۔

(۲) محدثین کے ان حفاظ کے متعلق عام طور پر جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان میں ہر ایک کی حالت یہی تھی کہ سن لینے کے بعد اس کو حدیثیں زبانی یاد ہو جاتی تھیں، یہ تفصیل بتا چکا ہوں کہ یہ واقعہ کی قطعاً غلط تصویر ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں بعضوں کا حافظہ یقیناً غیر معمولی تھا، اور حافظہ ہی کیا، سارے انسانی کمالات کے متعلق آپ کو غیر معمولی مثالیں ہر زمانہ میں تلاش سے مل سکتی ہیں، ان کی بلندی کی بھی اور پستی کی بھی۔ یہی حال حافظہ کی قوت کا بھی ہے رومیوں کی تاریخ میں مشہور رواقی حکیم سینیکا کے باپ مارکس رینالس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ

"دو ہزار الفاظ سننے کے بعد بالترتیب ان کو دوبارہ دہرا کر سنا دیتا تھا"
(ہسٹری سکرس آف مارڈ ترجمہ)

© rasailojaraid.com

یہ قوت یادداشت کا ایک نقطہ تھا، اسی کے مقابلہ میں فرانسیسیوں کی اسی تاریخ میں ہم رومی بادشاہ کلاڈیوس کے حالات میں پڑھتے ہیں کہ

اس کے حافظہ کی حالت یہ تھی کہ ان اشخاص کو شطرنج کھیلنے کے لئے بدعو کرتا جو اس روز سے قبل اس کے حکم سے ملکِ عدم کو روانہ ہو چکے تھے اس نے ایک دفعہ اپنے مصاحبوں سے اپنی ملکہ کی عدم موجودگی کی وجہ پوچھی، حالانکہ کئی دن پہلے بدنصیب ملکہ اسی بادشاہ کے قہر کا لقمہ بن چکی تھی رعینی قتل کرائی جا چکی تھی)، کتاب مذکور ص ۹۲

گویا اس رومی بادشاہ کے حافظہ کی حالت قریب قریب وہی تھی جو عربی کے افسانوی قصوں میں ھبنقاء نامی شخص کے متعلق لوگ ذکر کرتے ہیں کہ گلے میں ٹوٹے ہوئے جوتوں کا ہار اس لئے ڈالے رہتا تھا کہ اپنے آپ کو پہچان سکے اور یاد رکھ سکے کہتے ہیں کہ اس ہار کے بغیر اپنے آپ کو بھی وہ بھول جاتا تھا۔

بہرحال بعض محدثین کی غیر معمولی قوت یادداشت اب خواہ اس عام قانون کا نتیجہ ہو جو اسلام کو ان سے کام لینے کا موقعہ مل گیا، یا یہ سمجھا جائے کہ آخری نبوت کے متعلقہ معلومات کی حفاظت کے لئے قدرت نے جہاں دوسری چیزیں پیدا کی تھیں ان ہی میں غیر معمولی حافظہ رکھنے والے حضرات بھی پیدا کیئے گئے تھے۔ کچھ بھی ہو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں کی تعداد محدثین میں بھی بہت تھوڑی تھی عدد ما علم حلل ان کے حافظوں کا بھی وہی حال تھا جس کا ذکر ایک محدث نے وکیع کی قوت یادداشت کو پیش کر کے کیا تھا یعنی کہا کہ

کان حفظ وکیع کان طبعیاً وکیع کا حافظہ ان کی ایک طبعی خصوصیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وحفظنا تکلف خطیب ج ۱۲ صفحہ ۴۰ تھی اور ہم لوگ جو یاد کرتے ہیں تکلف کی یاد ہے

اوسط درجہ کی قوتِ یادر کھنے والے لوگ کسی چیز کو جس تدبیر سے یاد کرتے ہیں تکلف والے حفظ سے یہی مراد ہے اسی تکلف والے حفظ سے کام لے کر اس وقت تک دکھوں لاکھ کی تعداد قرآن کے حافظ لوگ بن رہے ہیں یعنی ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ رفتہ رفتہ تدریجی طور پر تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کرتے ہیں، اور آپ سن چکے کہ کسی ایک آدمی کا نہیں بلکہ اس زمانہ کے عام محدثین کا یہی دستور معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں چند حدیثیں جن کا اوسط پانچ سے دس تک کی حدیثوں کا تھا اپنے شاگردوں کو سکھاتے تھے مقصد اس کا یہی تھا کہ عام لوگوں کے لئے حدیثوں کی یاد کرنے کی تدبیر یہ تکلف والی شکل ہی ہو سکتی تھی۔

اب ان سارے معلومات اور مقدمات کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ مصنفین صحاح اور عہدِ صحابہؓ کے اس درمیانی وقفہ میں مان بھی لیا جائے کہ حدیثوں کی حفاظت کی ایک ہی شکل یعنی کتابت نہیں صرف حفظ ہی تھی، تو جوان کا ماحول تھا اور جس قسم کے ظاہری باطنی خصوصیات میں از سر تا القدم وہ ڈوبے ہوئے تھے ان کے لحاظ سے حدیثوں کو زبانی یاد کر لینا یہ کام ان کے لئے کچھ بھی دشوار تھا؟ ایک ایسے بدترین ناموافق حالات جن میں پچھلی صدی ڈیڑھ صدی سے مسلمان گذر رہے ہیں ان کی زندگی کا سارا نظام الٹ پلٹ ہو چکا ہے، قلوب پر دین کی گرفت روز بروز ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے لیکن با ایں ہمہ حفظ بالکلفت کے عام قانون کے تحت ہمارے اور آپ کے سامنے دس بیس صدی ہی نہیں بلکہ اول سے آخر تک الحمد سے والناس تک کے حافظ قرآن ہزارہا ہزار کی تعداد میں پیدا ہو رہے ہیں اور جس زمانہ کا نقشہ صفحات بالا میں آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ حدیثوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حفظ کا مسئلہ کیا کوئی بڑی بات تھی؟ جس کی دشواریوں کو محسوس کرکے یا کرا کے آج حدیثوں کے متعلق بدگمانیاں پھیلائی جارہی ہیں خصوصاً جب اسی کے ساتھ ان نکات کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے کہ ان محفوظ حدیثوں میں ملفوظات نبویہ کے ساتھ ایک بڑا حصہ واقعات (یعنی افعال اور تقریرات) کا بھی شریک تھا، اور میرا یہ تخمینہ ہے کہ حدیث کے ان تینوں اجزاء میں دو تہائی حصہ ان ہی واقعات کا ہے۔ بلکہ صحیح جستجو سے اگر کام لیا جائے تو شاید اس تخمینہ سے زیادہ بھی ہو، عرض کر چکا ہوں کہ واقعات کا یاد رکھنا آدمی کی قوت یادداشت کے لئے اتنا دشوار نہیں ہے، جتنا کہ ملفوظات اور اقوال کے یاد کرنے میں حافظہ پر بار پڑتا ہے پھر اسی کے ساتھ جب اس کو بھی سوچا جائے کہ ستو ڈیڑھ سو سال کے اس درمیانی وقفہ کے ابتدائی ایام میں عموماً حدیث کا سرمایہ بکھری ہوئی شکل میں تھا اجتماع اور تمرکز کی کیفیت اس میں بعد کو پیدا ہوئی ظاہر ہے کہ اجتماع و تمرکز کی اس کیفیت سے پہلے ہر ایک پر حدیثوں کی محدود تعداد کے حفظ کی جو ذمہ داری عاید ہوتی تھی اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ ایک خاص وقت تک اس سہولت سے بھی لوگ مستفید ہوتے رہے، لیکن جیسے جیسے یہ سرمایہ مخصوص دماغوں میں سمٹنے لگا تو اس کو بھولنا نہ چاہیئے کہ حدیثوں کے سیکھنے سکھانے پڑھنے پڑھانے کے نظام کا استحکام اور اس کی استواری بھی بڑھتی چلی گئی اور گو عددی لحاظ سے آخر زمانہ میں حدیثوں کی تعداد میں بہ ظاہر عجیب اضافہ نظر آتا ہے لیکن پہلی بات تو اس سلسلہ کی یہی ہے کہ غیر معمولی اضافہ وقفہ کی اسی درمیانی مدت کے بعد ہوا ہے نیز حدیثوں کے عددی اضافہ کا راز جب معلوم ہو چکا کہ وہ خود حدیثوں کا اضافہ نہ تھا بلکہ زیادہ تر سند یا متن میں بعض الفاظ کے اضافہ سے حدیثوں کے عدد میں اضافہ ہو جاتا تھا، تو پھر اس کی بھی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی، ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یمنی عالم نے اپنی کتاب "العلم الشامخ" نامی میں جلال الدین سیوطی کے اس دعویٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں، بڑے مزے سے لکھا ہے کہ لوگوں کو سیوطی کے اس دعویٰ سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ واقعی ان حضرات کو دو لاکھ حدیثیں یاد تھیں بلکہ ان کا یہ دعویٰ محدثین کی اسی اصطلاح پر مبنی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے۔

لا یکون الواحد فی کتاب السیوطی اربعة او عشرا او ستین حدیثا باعتبارھم ص ۲۹۹۲ العلم الشامخ

کہ ایک ایک حدیث مذکورہ بالا حساب سے سیوطی کی کتاب میں چار یا دس یا ساٹھ تک کی تعداد تک پہنچ جاتی ہے۔

گویا سمجھنا چاہئے کہ حافظہ پر تو کل ساٹھ الفاظ کے یاد کرنے کا بار پڑا لیکن کہنے کے لئے ہو گیا کہ میں نے ساٹھ حدیثیں یاد کر لیں۔ ہوتا یہ تھا کہ مثلاً ایک ہی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ بھی اس کے راوی ہیں، اور عائشہ صدیقہؓ بھی، ابن عمرؓ بھی آپ کے نزدیک تو وہ ایک ہی حدیث ہے، لیکن محدث بیان کرے گا کہ مجھے تین حدیثیں یاد ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نام ابو ہریرہؓ کے ساتھ "عائشہؓ" اور "ابن عمرؓ" ان دو ناموں کے یاد کر لینے سے ایک حدیث تین حدیث بن گئی عوام جو فن اور اس کی اصطلاحات سے ناواقف ہیں ان کو حیرت ہوتی ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ خود ان ناموں کے یاد رکھنے میں حافظہ کو دوسری بہت سی چیزوں سے مدد ملتی ہے، فن کا یہی اس نکتہ کو سمجھ سکتے ہیں، مثلاً یوں سمجھئے کہ جیسے آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں فلاں فلاں صحابی سے حدیثیں زیادہ مروی ہیں۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوالمنذر ابن الکلبی کی ایک روایت پر تنقید

(حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند)

سنہ ۳۶ء کی بات ہے کہ روایت ذیل کی تحقیق و تنقید کے سلسلہ میں مولانا موصوف کو ابن الکلبی کی شہرۂ آفاق تصنیف "کتاب الاصنام" کے اردو ترجمے اور اس پر تنقید کا خیال پیدا ہوا اور جیسا کہ صاحب موصوف کی عادت ہے کہ جس کام کا تہیہ کر لیتے ہیں اسمیں غرق ہوجاتے ہیں مہینوں کی محنت و کاوش اور تلاش و تحقیق کے بعد پوری کتاب کا ترجمہ مع تشریح و تنقید مکمل کر لیا اس وقت تک ندوۃ المصنفین عالم وجود میں نہیں آیا تھا اور جب سنہ ۳۸ء میں اس کا قیام عمل میں آیا تو دوسرے کاموں کا سلسلہ شروع ہوگیا اسے شائع کرنے کا موقع نہیں ملا یہاں تک کہ سنہ ۴۷ء کے ہنگاموں میں مسودے کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا اب ڈیڑھ سال کے بعد منتشر کاغذات میں دبے ہوئے یہ چند اوراق ملے ہیں۔ (مدیر)

"ابن کلبی راوی ہے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن "عُزّٰی" کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسلام سے پہلے جبکہ میں اپنی قوم کے دین پر تھا تو میں نے بھی ایک سرخ و سپید (کبری) بکری "عُزّٰی" کی نذر کی تھی"

یہ روایت سرتاسر غلط اور باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ابن کلبی کے متعلق محدثین کی جو متفقہ رائے ہے اگر اس سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تب بھی یہ قول اس لئے لغو اور بے اصل ہے کہ بے سند ہے اور بے سند قول کو اور وہ بھی ایسے شخص کی بیان کردہ قول کو جو محدثین کے نزدیک قطعاً ناقابل اعتبار اور کذاب ہو روایت کرنا بھی روایت کی توہین کرنا ہے۔ صحیح اور صریح روایات میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل بھی

© rasailojaraid.com